قضاء عمری کی حقیقت

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

قضاءِ عمری کی حقیقت

ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ درسِ قرآن دیتے ہوئے اس بات پر بہت زور دیتی ہیں کہ "قضاء عمری" کا جو مسئلہ لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر کسی شخص نے بہت عرصے تک نمازیں نہ پڑھی ہوں، پھر وہ نماز شروع کرے تو اُسے قضاء عمری کے طور پر وہ نمازیں قضاء کرنی چاہئیں، قرآن وسنت میں اسکی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ بلکہ پچھلی زندگی میں جو نمازیں قضاء ہوئی ہوں، اُنکی تلافی صرف توبہ سے ہوجاتی ہے، اتنی ساری نمازیں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ براہ کرم یہ واضح فرمائیں کہ کیا شریعت میں پچھلی نمازوں کی قضاء واقعی ضروری نہیں ہے؟ اور کیا ائمہ اربعہ یا فقہاء کرام میں سے کسی کا مذہب یہ ہے کہ نمازیں زیادہ قضاء ہوجائیں تو ان کی تلافی صرف توبہ سے ہوجاتی ہے، اور قضاء عمری پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے؟ اگر ان صاحبہ کا بتایا ہوا یہ مسئلہ صحیح نہیں ہے تو کیا اُن کے درس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ نیز اگر قضاء عمری ضروری ہے تو اس کا صحیح طریقہ کیا ہے؟...... (محمد رضوان، کراچی)

الجواب حامدًا و مصلّیًا

صحیح بخاریؒ میں حضرت انس بن مالکؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے:

مَنْ نَسِیَ صَلَاۃً فَلْیُصَلِّ اِذَا ذَکَرَھَا، لَا کَفَّارَۃَ لَھَا اِلَّا ذٰلِکَ

جو شخص کوئی نماز پڑھنا بھول جائے تو اس پر لازم ہے کہ جب بھی اسے یاد

آئے، وہ نماز پڑھے، اس کے سوا اس کا کوئی کفارہ نہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب المواقیت، باب نمبر ۳۷ حدیث ۵۹۷)

صحیح مسلمؒ میں آپ ﷺ کا ارشاد ان الفاظ میں مروی ہے:

اذا رقد احدکم عن الصّلاۃ أو غفل عنها فلیصلّها اذا ذکرها فإنّ اللّٰہ عزّ و جل یقول: أَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ

جب تم سے کوئی شخص نماز سے سو جائے یا غفلت کی وجہ سے چھوڑ دے تو جب بھی اسے یاد آئے وہ نماز پڑھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ أَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (میری یاد آنے پر نماز قائم کرو)۔ (صحیح مسلم، آخر کتاب المساجد، حدیث نمبر ۱۵۶۹)

اور سنن نسائیؒ میں مروی ہے:

سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن الرجل یرقد عن الصّلاۃ أو یغفل عنها، قال: کفّارتها أن یصلّیها اذا ذکرها

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو نماز کے وقت سو جائے یا غفلت کی وجہ سے چھوڑ دے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب بھی اسے نماز یاد آئے وہ نماز پڑھے۔ (سنن النسائی، کتاب المواقیت، باب فیمن نام عن صلاۃ ص ۷۱، ج ۱)

ان احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اصول بیان فرما دیا ہے کہ جب کبھی انسان کوئی نماز وقت پر نہ پڑھے تو اس کے ذمے لازم ہے کہ متنبہ ہونے پر اسکی قضاء کرے، خواہ یہ نماز بھول سے چھوٹی ہو، سو جانے کی وجہ سے یا غفلت کی وجہ سے۔ صحیح مسلمؒ اور سننِ نسائیؒ کی روایتوں میں اس موقع پر آپ ﷺ نے آیت قرآنی أَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ کا حوالہ دیکر یہ بھی واضح فرما دیا کہ یہ آیتِ قرآنی نماز کی قضاء پڑھنے

کے حکم کو بھی شامل ہے، اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان کو اللہ تعالیٰ کا یہ فریضہ ادا کرنے پر متنبہ ہو، اُسے نماز ادا کرنی چاہئے۔

یہ اصول بیان کرتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں فرمائی کہ اتنی تعداد میں نمازوں کی قضا واجب ہے، چنانچہ جب غزوۂ خندق کے موقع پر آپ ﷺ کی کئی نمازیں چھوٹیں تو آپ ﷺ نے سب کی قضاء فرمائی جس کا واقعہ حدیث کی تمام کتابوں میں تفصیل سے آیا ہے، اس موقع پر بھی آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ اگر اس سے زیادہ نمازیں چھوٹ جائیں تو ان کی قضاء واجب نہیں۔ یہ ایک مسلّم اصول ہے کہ قرآن وسنت کی طرف سے جب کوئی عام حکم آجاتا ہے تو اسکے ہر ہر جزیے کیلئے الگ حکم نہ دیا جاسکتا ہے، نہ اسکی ضرورت ہے، مثلاً قرآن کریم نے رمضان کے روزوں کی فرضیت کا ذکر کرنے کا بعد یہ فرمادیا ہے کہ:

فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ

تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں اتنی ہی گنتی پوری کرے۔

اس آیت کریمہ میں یہ عام حکم دیدیا گیا ہے کہ جب روزے بیماری یا سفر کی وجہ سے نہ رکھے جاسکے ہوں تو بعد میں انکی قضاء کرلی جائے۔ اس میں یہ نہیں بتایا گیا، نہ اسکے بتانے کی ضرورت تھی کہ ایک رمضان کے روزے چھوٹنے کا یہ حکم ہے یا دو رمضانوں کے روزے چھوٹنے کا، بلکہ ایک عام حکم دیدیا گیا ہے جو روزے چھوٹنے کی تمام صورتوں کو شامل ہے۔ اب اگر کسی شخص کے دو رمضان کے روزے چھوٹ گئے ہوں اور وہ اس دلیل کا مطالبہ کرے کہ دو رمضان کے روزے چھوٹنے کیلئے کوئی الگ حکم ہونا چاہئے تو جس طرح اس کا مطالبہ غلط اور جاہلانہ مطالبہ ہوگا، اسی طرح زیادہ نمازوں کی قضاء کیلئے الگ دلیل کا مطالبہ بھی اتنا ہی غلط مطالبہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عام حکم سے استثناء کا دعویٰ کرے تو دلیل اسکے ذمہ ہے کہ

قرآن وسنت کی کسی دلیل سے مستثنیٰ ہونا ثابت کرے، ورنہ جب تک قرآن وسنت میں کوئی استثناء مذکور نہ ہو، عام حکم اپنی جگہ قائم رہے گا۔

چنانچہ نمازیں قضا پڑھنے کا جو حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا احادیث میں دیا ہے اسکی بنیاد پر تمام فقہائے امت نے تصریح فرمائی ہے کہ چھوٹی ہوئی نمازیں کتنی زیادہ ہوں، اُن کی قضاء ضروری ہے۔ مشہور حنفی عالم علامہ ابن نجیمؒ تحریر فرماتے ہیں:

فالأصل فيه أن كل صلاة فاتت عن الوقت بعد ثبوت وجوبها فيه فإنه يلزم قضاؤها، سواء تركها عمدًا أوسهوا أوبسبب نوم، وسواء كانت الفوائت قليلة أو كثيرة۔ (البحر الرائق ص ۱٤۱ ج۲، طبع مكه مكرمه)

اس سلسلے میں اصول یہ ہے کہ ہر وہ نماز جو کسی وقت میں واجب ہونے کے بعد چھوٹ گئی ہو، اُس کی قضاء لازم ہے، چاہے انسان نے وہ جان بوجھ کو چھوڑی ہو یا بھول کر، یا نیند کی وجہ سے، اور چاہے چھوٹی ہوئی نمازیں کم ہوں یا زیادہ ہوں۔

یہ موقف صرف حنفی علماء کا نہیں ہے، بلکہ شافعی، مالکی، حنبلی تمام مکاتب فکر اس پر متفق ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من نسي صلوات كثيرة أوترك صلوات كثيرة فليصلّ على قدر طاقته، وليذهب إلى حوائجه، فإذا فرغ من حوائجه صلى أيضا مابقي عليه حتى يأتي على جميع مانسي أوترك۔ (المدونة الكبرى للإمام مالك ص ۲۱۵ ج)

جو شخص بہت سی نمازیں پڑھنا بھول گیا ہو، یا اس نے بہت سی نمازیں چھوڑ دی ہوں، اُس پر لازم ہے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق وہ چھوڑی

ہوئی نمازیں پڑھے، اور اپنی ضروریات کیلئے چلا جائے لیکن جب ضروریات سے فارغ ہوتو پھر باقی نمازیں پڑھتا رہے، یہاں تک کہ وہ تمام نمازیں پوری کرلے جو وہ بھول گیا تھا یا اس نے چھوڑ دی تھیں۔

امام مالکؒ کے اس قول کی تشریح اور مزید تفصیل کرتے ہوئے مالکی عالم علامہ دسوقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فيكفي أن يقضي في اليوم الواحد صلاة يومين فأكثر، ولا يكفي قضاء صلاة يوم في يوم إلا إذا خشي ضياع عياله إن قضى أكثر من يوم في يوم، وفي...... أجوبة ابن رشد أنه إنما أمر بتعجيل قضاء الفوائت خوف معالجة الموت، وحينئذ فيجوز التأخير لمدة بحيث يغلب على الظنّ وفاؤه بها فيها۔ (حاشيه الدسوقي على الشرح الكبير ص ۲٦۳ ج ۱)

اتنا کافی ہے کہ ایک دن میں دو دن یا زیادہ کی نمازیں قضا کرلے، اور یہ کافی نہیں ہے کہ ایک دن میں صرف ایک دن کی نمازیں قضاء کرے، الا یہ کہ اسے ایک دن سے زیادہ نمازیں قضاء کرنے کی صورت میں اپنے عیال کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو......اور علامہ ابن رُشدؒ کے جوابات میں یہ مذکور ہے کہ قضا پڑھنے میں جلدی کرنیکا حکم اس خطرے کی بناپر دیا گیا ہے کہ موت نہ آجائے، لہٰذا اتنی مدت تک مؤخر کرنا جائز ہے جس میں غالب گمان یہ ہو کہ اس میں نمازیں پوری ہوجائیں گی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں بھی قریب قریب یہی بات کہی گئی ہے، علامہ مرداویؒ جو امام احمدؒ کے مذہب کے قابل اعتماد ترین ناقل ہیں، فرماتے ہیں:

(ومن فاتته صلوات لزمه قضاؤها على الفور) هذا

المذهب نص عليه وعليه جماهير الأصحاب وقطع به كثير منهم...... قوله "لزمه قضاؤها على الفور" مقيد بما إذلم يتضرر فى بدنه أومعيشته يحتاجها، فإن تضرر بسبب ذلك سقطت الفورية (الانصاف للمرداویؒ ص ٤٤٢ ج١)

اور جس شخص کی بہت نمازیں چھوٹ گئی ہوں، اس پر ان کی فی الفور قضا کرنا واجب ہے۔ یہی مذہب ہے جس کی تصریح کی گئی ہے اور حنبلی اصحاب کی بھاری اکثریت کا یہی کہنا ہے (کہ قضا نمازیں فوراً ادا کرنی ضروری ہیں) اور بہت سوں نے قطعی طور پر یہی کیا ہے...... البتہ فوری ادائیگی کا لازم ہونا اس شرط کے ساتھ مقید ہے کہ اس کے نتیجے میں اس کو جسم یا ضروری معیشت میں نقصان نہ ہو، اگر نقصان ہو تو فوری ادائیگی کا حکم ساقط ہو جائے گا (بلکہ تاخیر سے ادا کرنا جائز ہوگا)۔

امام شافعیؒ کے یہاں یہ تفصیل ہے کہ اگر نمازیں کسی عذر سے چھوٹی تھیں تو فوری ادائیگی کے بجائے تاخیر سے ادا کرنا جائز ہے، لیکن کسی عذر کے بغیر چھوٹی تھیں تو فوراً ادا کرنا ضروری ہے:

(من فاته) ...... (مكتوبة) فأكثر (قضى) ما فاته بعذر أوغيره، نعم غير المعذور يلزمه القضاء فورًا، ويظهر أنه يلزمه صرف جميع زمنه للقضاء ماعد اما يحتاج لصرفه فيما لا بدمنه۔ (فتح الجواد ص ۲۲۳ ج۱)

جس شخص کی ایک یا زیادہ فرض نمازیں چھوٹ گئی ہوں، اس پر ضروری ہے کہ جو نمازیں چھوٹی ہیں ان کی قضاء کرے، چاہے نمازیں کسی عذر سے چھوٹی ہوں یا بغیر عذر کے۔ ہاں جس شخص نے بغیر کسی عذر کے نمازیں چھوڑی ہوں اس پر قضاء فوری طور سے واجب ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ اس کو اپنا پورا وقت قضاء پڑھنے میں صرف کرنا چاہئے، سوائے اتنے وقت

کے جواسے اپنی لازمی ضروریات کیلئے درکار ہو۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی فقہاء کرامؒ کے یہ مذاہب نقل کر کے ان سے اتفاق کیا ہے، فرماتے ہیں:

ومن عليه فائتة فعليه أن يباد رإلى قضاء ها على الفور سواء فاتته عمدا أوسهوا عند جمهور العلماء كمالك وأحمد وأبى حنيفة وغيرهم. وكذلك الراجح فى مذهب الشافعى أنها إذا فاتت عمداكان قضاؤها واجبا على الفور (فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ ص۲۵۹ ج۲۲)

جس شخص کے ذمے کوئی چھوٹی ہوئی نماز ہو، اس پر واجب ہے کہ وہ اسے ادا کرنے میں فوری طور سے جلدی کرے، چاہے وہ نماز جان بوجھ کر چھوڑی ہو یا بھول سے۔ یہی جمہور علماء مثلاً امام مالک، امام احمدؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا موقف ہے۔ اور امام شافعیؒ کے مذہب میں بھی راجح یہی ہے کہ اگر جان بوجھ کر نماز چھوڑی ہے تو اس کو فوراً ادا کرنا واجب ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ:

رجل عليه صلوات كثيرة فائته، هل يصليها بسننها؟ أم الفريضة وحدها؟

جس شخص کے ذمے بہت سی نمازیں قضاء ہوں، وہ انہیں ادا کرتے ہوئے سنتیں بھی پڑھے؟ یا صرف فرض پڑھے؟

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

المسارعة الى قضاء الفوائت الكثيرة اولى من الاشتغال عنها بالنوافل. وأما مع قلة الفوائت فقضاء السنن معها حسن۔

(فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ

ص ۱۰۴ ج ۲۲)

جب چھوٹی ہوئی نمازیں بہت ساری ہوں تو ان کو قضا کرنا نفلوں میں مشغول ہونے سے بہتر ہے۔ البتہ اگر چھوٹی ہوئی نمازیں کم ہوں تو ان کے ساتھ سنتوں کو قضا کرنا اچھا ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فقہاء کرامؒ کے درمیان یہ مسئلہ تو زیر بحث آیا ہے کہ چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضاء متنبہ ہوتے ہی فوراً واجب ہو جاتی ہے، یا اس میں تاخیر کر سکتے ہیں، اور تاخیر کی صورت میں کتنی نمازیں روزانہ قضا کرنی ضروری ہیں، نیز یہ کہ صرف فرض نمازیں قضاء کی جائیں یا سنتیں بھی؟ اور قضا کرتے ہوئے نمازوں میں ترتیب کا لحاظ ضروری ہے یا نہیں؟ لیکن اس مسئلے میں معروف فقہاء کرامؒ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نمازیں خواہ کتنی زیادہ ہوں، ان کی قضاء انسان کے ذمے واجب ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق قرآن کریم کی آیت اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ متنبہ ہونے پر انسان چھوٹی ہوئی نمازیں قضا کرنے کی فکر کرے۔ اور قرآن وسنت کی کوئی دلیل ایسی نہیں ہے جو زیادہ نمازوں کو قضا کرنے کی ضرورت نہ ہونے پر دلالت کرتی ہو۔ یوں بھی یہ عجیب وغریب موقف ہے کہ جو شخص کم نمازیں قضا کرے اس پر تو ادائیگی واجب ہو، لیکن زیادہ نمازیں چھوڑنے والے پر کچھ واجب نہ ہو؟ پھر کون ہے جو کم نمازوں اور زیادہ نمازوں کی تعداد مقرر کر کے یہ کہے کہ اتنی نمازوں کے بعد قضاء واجب نہیں۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ ہر انسان پر بالغ ہونے کے بعد نماز پڑھنا فرض ہو جاتا ہے، اور یہ فریضہ تمام شرعی فرائض میں سب سے زیادہ مؤکد اور اہم ہے، اور یہ بھی ایک مسلم اصول ہے کہ اگر کوئی فریضہ قطعی دلائل سے ثابت ہو تو اُسے انسان کے ذمہ سے ساقط کرنے کیلئے کم از کم اتنے ہی مضبوط قطعی دلائل کی ضرورت

ہوتی ہے، اور یہاں قطعی دلائل تو درکنار، کوئی کمزور سے کمزور دلیل بھی ایسی نہیں ہے جس کی بنیاد پر یہ کہا جاسکے کہ جو نمازیں انسان کے ذمہ فرض ہوئی تھیں، اسکی غفلت اور لاپروائی کی وجہ سے ان کی فرضیت ختم ہوگئی ہے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ اگر فوت شدہ نمازیں بہت زیادہ ہوگئی ہوں تو ان کی قضاء لازم نہیں، قرآن وسنت کے واضح دلائل اور اُن پر مبنی فقہاء امت کے اتفاق کے بالکل خلاف ایک گمراہانہ بات ہے، اور نماز جیسے اہم فریضے کو محض اپنی رائے کی بنیاد پر ختم کردینے کے مرادف ہے۔ اور یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ فوت شدہ نمازوں کیلئے بس توبہ کرلینا کافی ہے، اس لئے کہ توبہ کی قبولیت کی لازمی شرط یہ ہے کہ انسان اپنی غلطی کی جتنی تلافی بس میں ہو، وہ تلافی بھی ساتھ کرے۔

قضاء عمری کی موضوع احادیث

یہاں یہ واضح کردینا بھی مناسب ہے کہ اصول حدیث کی بعض کتابوں میں موضوع احادیث کی علامتیں بیان کرتے ہوئے قضاء عمری کی حدیث کی مثال دی گئی ہے۔ مثلاً حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ احادیث کی پانچویں علامت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> پنجم آنکہ مخالف مقتضیٔ عقل و شرع باشد و قواعدِ شرعیہ آں را تکذیب نمایند، مثل قضاء عمری۔
>
> یعنی: پانچویں علامت یہ ہے کہ وہ حدیث عقل وشریعت کے تقاضوں کے خلاف ہو اور قواعدِ شرعیہ اسکی تکذیب کرتے ہوں مثلاً قضاء عمری کی حدیث۔ (عجالۂ نافعہ ص ۲۴ خاتمہ)

ہوسکتا ہے کہ کسی ناواقف یا جاہل آدمی کو اس سے یہ مغالطہ ہو کہ پچھلی عمر کی نمازیں قضاء کرنا بے اصل ہے اور اس بارے میں جو احادیث آئی ہیں، وہ موضوع